شبلی نعمانی بحیثیت تنقید نگار

اردو تنقید نگاری کی دنیا میں جو اہمیت حالی کو ملی شبلی کو نہیں ملی۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ شبلی نے حالی کی طرح تنقید نگاری کے اصول سے متعلق
کوئی باضابطہ تصنیف نہیں چھوڑی۔ انکی کتاب موازنہ انیس و دبیر، شعر العجم
اور چند ایک مضامین انکی تنقیدی بصیرت پر دال کی حیثیت رکھتے ہیں
مگر ان سے تنقید کے مبادیات اور اصول تنقید پر بحث کا دروازہ نہیں کھلتا۔
موازنہ انیس و دبیر اگرچہ اس وجہ سے بڑی اہمیت رکھنے والی کتاب ہے
کہ اس نے انیس و دبیر کے شعری کارناموں کو سمجھنے میں بڑی مدد کی
ہے۔ اس کتاب نے انیس و دبیر کو ایک دوسرے پر فوقیت دینے والی جماعتوں
کا قلع قمع کر دیا۔ اگرچہ بعضوں نے اس کتاب پر یہ تنقید بھی کی ہے
کہ شبلی نے دبیر کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ مگر انیس و دبیر کے
کلام کا بغور تقابلی مطالعہ اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ شبلی کے محاکمے
صداقت پر مبنی ہیں۔ صرف انکے کچھ اشعار کو ہر شاعر کے یہاں اچھے مل

جاتے ہیں مگر کسی محاکمے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ذہنی رجحان کو
گرفت میں لے لیا جائے۔ اس اعتبار سے فصاحت اور روزمرہ کی جو خوبیاں
انیس کے یہاں ملتی ہیں دبیر کے یہاں مفقود ہیں۔ اسی طرح شعر العجم فارسی
شاعری پر ایک جامع و مانع تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ ان تمام اوصاف کے
باوجود اردو تنقید نگاری کی دنیا میں شبلی کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہے
جو حالی کو ہے۔ اس کی وجہ مندرجہ بالا سطور میں پیش کی گئی ہے۔

شبلی حالی سے زیادہ ذہین ہیں۔ شعر و ادب
کو حالی سے بہتر طور پر پرکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ حالی کے مقابلے
میں ایک دلکش اور شاداب اسلوب کے مالک تھے۔ لیکن انکے سوچنے کے
مضامین شعر و ادب کے علاوہ بھی تھے۔ وہ بیک وقت شعر و ادب، فلسفہ، مذہب
اور ادب و رومان پر خامہ فرسائی کر رہے تھے۔ اسلئے انکی دلچسپیاں مختلف
تھیں۔ ان موضوعات پر لکھتے رہتے اور مختلف موضوعات سے دلچسپی کے باعث
وہ غور و خوض نہیں کر تے تھے۔ انکو تلاش و تجسس کا موقع بھی کم ملتا تھا۔
چنانچہ وہ بعض اوقات محمد حسین آزاد کی طرح غیر معتبر روایتوں کو بھی صحیح سمجھ

پیدا کیے۔ اگرچہ انکی ادبی کاوشیں انکی بالغ نظری کا ثبوت مہیا کرتی ہیں لیکن حالی کے مقابلے
میں زیادہ وضاحت سے پیش نہیں کرتے ہیں۔

حالی کی طرح شبلی کو بھی مغربی طرز تنقید کی ضرورت
کا احساس تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے انداز تحریر میں قدیم طرز سے فرق پیدا کرنے
کی کوشش کی ہے۔ مگر مغربی طرز تنقید سے ان کو براہ راست واقفیت نہیں
تھی۔ اس وجہ سے انکو زیادہ تر اپنی علمی صلاحیت اور ذہانت پر بھروسہ کرنا
پڑا۔ یہ بات درست ہے کہ شبلی نے حالی کی
طرح تنقید کے مبادیات اور اصول سے متعلق کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی
مگر شعر و محرکات سے متعلق شعر العجم میں انکی تحریروں کے مطالعہ سے یہ اندازہ
ہوتا ہے کہ اس میں زیادہ الزادیت ہے۔ ان میں شبلی کی واقفیت بھی نمایاں
طور پر نظر آتی ہے۔ جبکہ مقدمہ شعر و شاعری میں اس کا فقدان ہے۔ شبلی جو
شعر سمجھتے تھے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔
وہ حالی سے زیادہ ذہین، طباع، شگفتہ مزاج اور سخن فہم ہیں لیکن ان
ان سے زیادہ قوم و ملک کے لٹریچر اور معاشرت کی اصلاح کی فکر لگی تھی

حالی انگریزوں کو مسلمانوں کا دوست اور کورانہ تقلید مغرب میں ان کو بھی خواہ
سمجھتے تھے مگر شبلی سارے مغرب کو ملت اسلامیہ کا دشمن قرار دیتے تھے حالی
سرسید کی آنکھوں سے ملت اسلامیہ پر نگاہ ڈالتے تھے۔ جبکہ شبلی آزاد
خیال تھے۔ وہ ترقی کی راہوں پر حالی سے زیادہ تیز گام تھے۔ حالی سرسید
سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کے خلاف لب نہ ہلا سکے مگر شبلی نے علم
بغاوت بلند کیا۔ شبلی اگر اپنی علمی و دینی سرگرمیوں کو صرف ادب و شعر اور
تنقید تک محدود رکھتے۔ وقت کے عالی مغربی خیالات سے براہ راست واقفیت
حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو آج اردو تنقید میں حالی سے زیادہ اہم اور روشن
نام ہوتا۔

شبلی کا اسلوب نگارش بھی حالی سے زیادہ شگفتہ اور
بلیغ ہے۔ ان کا اسلوب بیان میں جاذبیت اور دلکشی ہے۔ نوجوان طبقہ
اسلوب بیان کے معاملے میں حالی سے زیادہ شبلی سے متاثر ہے۔ جہاں
تک مغرب کی اچھی باتوں کو تسلیم کرنے اور مغرب سے مرعوب نہ ہونے کی
بات ہے وہاں تک شبلی حالی کے مقابلے میں زیادہ روشن دماغ ادیب و
ناقد ہیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ بات بڑی آسانی سے کہی
جا سکتی ہے کہ شبلی اردو کے ایک اہم ناقد ہیں۔ انہوں نے ہم کو ایک ایسی
روشنی دی جس میں ہم نے مشرق کے شعر و ادب کو موقع جانا۔ ایک وقت کے
عالموں، دانشوروں، ادیبوں اور رہنماؤں کے مشورے پر عمل کر کے مشرق کی
ہر چیز کو دور بام دیکھا، یہ شعور و ادراک بہرحال شبلی نے بخشی ہے۔ ہم
اسکے لئے انکے مرہونِ منت ہیں۔